

جناب ویدالدین خان



اخلاقی اور کائناتی تقاضے

اب اخلاقی تقاضے کو لیجئے۔ اس حیثیت سے جب ہم دیکھتے ہیں تو دنیا کے حالات شدید طور پر اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ اس کی ایک آخرت ہو۔ اس کے بغیر ساری تاریخ بالکل سبب معنی معلوم ہوتی ہے۔

یہ ہمارا ایک فطری احساس ہے کہ ہم خیر اور شر، ظلم اور انصاف میں تیز کرتے ہیں۔ انسان کے سوا کسی بھی مخلوق کے اندر یہ خصوصیت نہیں پائی جاتی۔ مگر انسان ہی کی دنیا وہ دنیا ہے، جہاں اس احساس کو سب سے زیادہ پامال کیا جا رہا ہے۔ انسان اپنے اپنے فروع پر ظلم کرتا ہے، وہ اس کو روٹتا ہے، اس کو قتل کرتا ہے اور طرح طرح سے اس کو تکلیف پہنچاتا ہے۔ حالانکہ جانوروں تک کا یہ حال ہے کہ وہ اپنی نوع کے ساتھ سفاکی نہیں کرتے۔ بھیڑیے اور شیر اپنی نوع کے لئے بھیڑیے اور شیر نہیں ہیں۔ مگر انسان خود انسان کیلئے بھیڑیا بنا ہوا ہے۔ بیشک انسانی تاریخ میں حق شناسی کی چنگاریاں بھی ملتی ہیں۔ اور وہ بہت قابل قدر ہیں۔ مگر اس کا بڑا حصہ حق تلفی کی دوداوسے بھرا ہوا ہے۔ مورخ

کو بڑی مایوسی ہوتی ہے۔ جب وہ دیکھتا ہے کہ انسان کا ضمیر جو کچھ چاہتا ہے، دنیا کے واقعی حالات اس کے خلاف ہیں۔ یہاں میں چند اقوال نقل کر دوں گا:

والیئر :- انسانی تاریخ محض جرائم اور مصائب کی ایک تصویر ہے۔

ہربیٹ اسپنسر :- تاریخ محض سبب فائدہ گپ ہے۔

پنولین :- تاریخ تمام کی تمام لایعنی قصے کا نام ہے۔

اڈورڈ گبن :- انسانیت کی تاریخ برائے، حماقت اور بد قسمتی کے ریشے کچھ ہی زیادہ ہے۔
 نیکل :- پبلک اور حکومت نے تاریخ کے مطالعہ سے جو واحد چیز سیکھی ہے۔ وہ صرف
 یہ کہ انہوں نے تاریخ سے کچھ نہیں سیکھا۔

WESTERN CIVILISATION BY EDWARD MCNALL BURNS. P. 871

کیا انسانیت کا یہ عظیم الشان ڈرامہ اسی لئے کھیلا گیا تھا کہ وہ اس طرح کی ایک ہوناک کہانی
 وجود میں لاکر ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے۔ ہماری فطرت جواب دیتی ہے کہ نہیں۔ انسان کے اندر عدل
 انصاف کا احساس تقاضا کرتا ہے، کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ایسا ہونا چاہئے۔ ایک دن ایسا آنا ضروری
 ہے، جب حق اور ناحق الگ ہو۔ ظالم کو اس کے ظلم کا اور مظلوم کو اس کی مظلومیت کا بدلہ ملے۔ یہ
 ایک ایسی طلب ہے جس کو اسی طرح تاریخ سے الگ نہیں کیا جاسکتا، جس طرح اسے انسان سے الگ
 نہیں کیا جاسکتا۔

فطرت اور واقعہ کا یہ تضاد بتاتا ہے، کہ اس غلام کو لازماً پر ہونا چاہئے۔ جو کچھ ہو رہا ہے، اور
 جو کچھ ہونا چاہئے، دونوں کا فرق ثابت کرتا ہے، کہ ابھی زندگی کے ظہور کا کوئی اور اسٹیج باقی ہے۔ یہ
 غلام پکار رہا ہے کہ ایک وقت ایسا ہونا چاہئے جب دنیا کی تکمیل ہو، مجھ حیرت ہے کہ لوگ ہارڈی
 کے فلسفہ پر ایمان لاکر دنیا کو ظلم اور بے رحمی کی جگہ سمجھنے لگتے ہیں۔ مگر یہی ظالمانہ صورت حال انہیں اس
 یقین کی طرف نہیں سے جاتی کہ جو کچھ آج موجود نہیں ہے، مگر عقل جس کا تقاضا کرتی ہے، اسے کل وقوع میں
 آنا چاہئے۔

”قیامت نہ ہو تو ان شیاطین کا سر کون توڑے“۔ یہ فقرہ اکثر ایک دردناک آہ کیساتھ
 اس وقت میری زبان سے نکل جاتا ہے۔ جب میں اخبار پڑھتا ہوں، اخبار گویا دنیا کے روزانہ حالات کی
 ایک تصویر ہے۔ مگر اخبار میں دنیا کے حالات کے بارے میں کیا بتاتے ہیں۔ وہ اغوا اور قتل کی خبریں
 دیتے ہیں، چورہی اور الزام تراشی کی داستانیں سناتے ہیں۔ سیاسی تجارت اور تاجرانہ سیاست کے
 جھوٹے پروپیگنڈے ہمارے دماغوں میں بھرتے ہیں۔ وہ بتاتے ہیں کہ فلاں حکمران نے اپنے باقیمت
 کمزوروں کو دبایا، فلاں قوم نے قومی مفاد کے لئے فلاں علاقے پر قبضہ کر لیا۔ غرض اخبار، درویش اور
 سلطان کی عیاریوں کی داستان کے سوا اور کچھ نہیں۔ اور مستقبل قریب میں ہندوستان میں ہوسنے
 والے حادثات خاص طور پر پہل پور، کلکتہ، جمشید پور اور راولپنڈی کی قتل و غارتگری کے بعد تو ایسا معلوم
 ہوتا ہے کہ اس دنیا میں کسی بھی قابل قیاس یا ناقابل قیاس بدترین برائی کو ناممکن نہیں سمجھنا چاہئے۔ ایک قوم

سیکولرزم، جمہوریت اور انصاف کی علم بردار بن کر دشمنانہ فرقہ واریت، سفاکانہ آمریت اور بدترین تشدد کا ارتکاب کر سکتی ہے۔ ایک لیڈر جس کو محسن انسانیت اور پیغمبر امن و امان کا خطاب دیا گیا ہو، عین اس کے اقتدار میں انسانیت کے اوپر ایسے شرمناک مظالم کئے جاسکتے ہیں جن سے پھلتے اور بھیرٹے اور جنگلی سرد بھی پناہ مانگیں۔ حتیٰ کہ نشر و اشاعت کے اس دور میں یہ بھی ممکن ہے کہ دنیا کے ایک بہت بڑے ملک میں بہت بڑے پیمانے پر کھلم کھلا ایک گروہ کو روٹنے، جلاسنے اور قتل کرنے کے انتہائی بھیاناک واقعات نہایت منظم طریقے پر ہوں اور ہینڈوں اور سالوں ہوسٹے رہیں۔ مگر اس کے باوجود دنیا کا پریس ان سے بے خبر ہو اور تاریخ کے صفحات سے وہ اس طرح محو ہو جائیں گے کہ کچھ براہی نہیں۔ کیا یہ دنیا اسی لئے بنائی گئی تھی کہ مکاری، شیطنت و زندگی اور ڈاکہ زنی کے ان ہولناک ڈراموں کا پس ایک اسٹیج بن کر رہ جائے۔ اور اس کے بعد نہ ظالم کے لئے کچھ ہو اور نہ مظلوم کے لئے کچھ۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک ایسی دنیا خود اپنے سارے وجود کے ساتھ اس بات کا اعلان ہے کہ وہ نامکمل ہے اور اس کا نامکمل ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ ایک وقت آنا چاہئے جب وہ مکمل کی جائے۔

اس بات کو ایک اور پہلو سے دیکھئے۔ قدیم ترین زمانے سے انسان کے سامنے یہ مسئلہ رہا ہے کہ لوگوں کو حق و صداقت کی راہ پر کیسے قائم رکھا جائے۔ اگر اس مقصد کے لئے تمام افراد کے مقابلے میں کچھ لوگوں کو سیاسی اختیار دیا جائے تو ہو سکتا ہے کہ ان کے ماتحت ان کی گرفت کے خوف سے زیادتیوں نہ کریں۔ مگر اس تدبیر میں خوران صاحب اختیار افراد کو عدل پر قائم رکھنے کا کوئی محرک موجود نہیں ہے۔ اگر اس مقصد کے لئے قانون بنایا جائے اور پولیس کا محکمہ قائم ہو تو ان مقامات اور مواقع پر آدمی کو کون کنٹرول کرے جہاں پولیس اور قانون نہیں پہنچتے اور نہیں پہنچ سکتے۔ اگر پولیس اور پروپیگنڈے کی مہم چلائی جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ عمل کسی کی اپیل کی بنا پر کوئی شخص اپنے ملے ہوئے فائدے کو کیوں چھوڑ دے گا۔ دنیا کی سزا کا خوف بدعنوانوں کو ہرگز روک نہیں سکتا۔ کیونکہ ہر شخص اچھی طرح جانتا ہے کہ جج، رشتہ، سفارش، اثر و نفوذ کا ناچاڑ استعمال اور اسی قسم کے دوسرے بہت سے ذرائع موجود ہیں جو سزا کے ہر امکان کو یقینی طور پر ختم کر سکتے ہیں۔

مختار احمد خان نے کہا کہ کوئی ایسا محرک ہی بدعنوانوں کو روک سکتا ہے جتنا کہ ہر سزا کا۔ انسان کے اپنے ہر وجود پر خوراک انسان کے اپنے ادارے میں شامل ہو جاسکتا۔ خارجی اور داخلی طور پر انسان کا ہر وجود خوراک ہے۔ اور یہ بات صرف آخرت کے تصور میں ممکن ہے۔ آخرت کے نظریے میں ایک ایسا محرک موجود ہے جو بدعنوانوں سے بچنے کے مسئلہ کو ہر شخص کا اپنا مسئلہ بنا دیتا ہے۔ وہ ہر شخص کے لئے یکساں اہمیت

رکھتا ہے، خواہ وہ ماتحت ہو یا افسر، اندھیرے میں ہو یا اجالے میں۔ ہر شخص یہ سوچنے لگتا ہے کہ اسے خدا کے یہاں جانا ہے۔ اور ہر شخص یہ سمجھتا ہے کہ خدا اسے دیکھ رہا ہے۔ اور اس سے لازماً باز پرس کرے گا۔ مذہبی عقیدے کی اسی اہمیت کی بنا پر ترقیوں صدی کے آخر کے ایک نامور جج میٹھویل (MATHEW HALOS) نے کہا ہے:

”یہ کہنا کہ مذہب ایک فریب ہے، ان تمام ذمہ داریوں کو پابندیوں کو منسوخ کرنا ہے جس سے سماجی نظم کو برقرار رکھا جاتا ہے۔“

RELIGION WITHOUT REVOTATION, P. 115

نظریہ آخرت کا یہ پہلو کتنا اہم ہے، اس کا اندازہ اس سے کیجئے کہ بہت سے لوگ جو خدا پر یقین نہیں رکھتے، جو اس بات کو بطور ایک حقیقت واقعہ نہیں مانتے کہ کوئی فیصلہ کا دن آنے والا ہے، وہ بھی تاریخ کے تجربے کی بنا پر یہ ماننے پر مجبور ہوئے ہیں کہ اس کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہے جو انسان کو قابو میں رکھ سکتی ہو اور ہر حال میں اس کو عدل و انصاف کی روش پر قائم رہنے کے لئے مجبور کر سکے، مشہور جرمن فلسفی کانٹ نے خدا کے تصور کو یہ کہہ کر رو کر دیا ہے، کہ اس کی موجودگی کا کوئی تسلی بخش ثبوت ہم کو نہیں ملتا۔ اس کے نزدیک نظری معقولیت تو یقیناً مذہب کے حق میں نہیں ہے۔ مگر اخلاقی پہلو سے مذہب کی عملی معقولیت (PRACTICAL REASON) کو وہ تسلیم کرتا ہے بلکہ والٹر (VOLTAIRE) کسی مابعد الطبعی حقیقت کو نہیں مانتا۔ مگر اس کے نزدیک،

”خدا اور دوسری زندگی کے تصور کی اہمیت اس لحاظ سے بہت زیادہ ہے کہ وہ اخلاقیات کے لئے مفروضے (POSTULATES OF THE MORAL FEELING) کا کام دیتے ہیں۔ اس کے نزدیک صرف اس کے ذریعہ سے بہتر اخلاق کی فضا پیدا کی جا سکتی ہے۔ اگر یہ عقیدہ ختم ہو جائے تو حسن عمل کے لئے کوئی محرک باقی نہیں رہتا۔ اور اس طرح سماجی نظم کا برقرار رہنا ناممکن ہو جاتا ہے۔“

HISTORY OF PHILOSOPHY BY WINDELBAND, P. 496

جو لوگ آخرت کو ایک فرضی تصور سمجھتے ہیں، ان کو سوچنا چاہئے کہ آخرت اگر فرضی ہے تو ہمارے لئے اس قدر ضروری کیوں ہے۔ کیوں ایسا ہے کہ اس کے بغیر ہم صحیح معنوں میں کوئی سماجی نظام بنا ہی نہیں سکتے۔ انسانی ذہن سے اس تصور کو نکال دینے کے بعد کیوں ہماری سماجی زندگی ابتر ہو جاتی ہے۔ کیا کوئی فرضی چیز زندگی کے لئے اس قدر ناگزیر ہو سکتی ہے۔ کیا اس کا مناسبت میں ایسی کوئی مثال پائی جاتی ہے کہ ایک چیز حقیقت میں موجود نہ ہو مگر اس کے باوجود وہ اس قدر حقیقی بن جائے کہ زندگی سے اس کا کوئی تعلق نہ ہو، مگر اس کے باوجود وہ زندگی سے اتنی متعلق نظر آئے کہ زندگی کی عین اور مستعدانہ تنظیم کے لئے آخرت

کے تصور کا اس قدر غور ہی ہونا خود یہ ظاہر کرتا ہے کہ آخرت اس دنیا کی سب سے بڑی حقیقت ہے بلکہ اگر میں یہ کہوں تو اس میں کوئی مبالغہ نہ ہوگا کہ تصور آخرت کے حق میں استدلال کا یہ ایک ایسا پہلو ہے جو اس نظریے کو لیبارٹری ٹسٹ کے معیار پر صحیح ثابت کر رہا ہے۔

اب ایک اور پہلو سے دیکھئے جس کو میں "کائناتی تقاضا" کہتا ہوں۔ اس کے پہلے میں نے کائنات میں خدا کے وجود پر بحث کی ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ عین علمی اور عقلی مطالعہ ہی کا یہ تقاضا ہے کہ ہم اس کائنات کا ایک خدا مانیں۔ اب اگر اس دنیا کا کوئی خدا ہے تو یقیناً بندوں کے ساتھ اس کے تعلق کو ظاہر ہونا چاہئے۔ یہ کب ظاہر ہوگا۔ جہاں تک موجودہ دنیا کا معاملہ ہے، یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ آج یہ تعلق ظاہر نہیں ہو رہا ہے۔ آج جو شخص خدا کا منکر ہے۔ اور کھلے عام یہ اعلان کرتا ہے کہ "میں خدا سے نہیں ڈرتا۔" اس کو میڈری اور حکومت حاصل ہو جاتی ہے، اس کے برعکس جو خدا کے بننے خدا کا کام کرنے کے لئے اٹھتے ہیں، ان کی سرگرمیوں کو وقت کا اقتدار غیر قانونی قرار دے دیتا ہے۔ جو لوگ خدا کا مذاق اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "ہمارا راکٹ چاند تک گیا اور راستہ میں اس کو کہیں خدا نہیں ملا۔" ان کے نظریات کو پھیلانے کے لئے بے شمار ادارے کام کر رہے ہیں اور پورے پورے ملکوں کے ذرائع و وسائل ان کی خدمت کے لئے وقف ہیں۔ اور جو لوگ خدا اور مذہب کی بات پیش کر رہے ہیں۔ ان کو تمام ماہرین اور علماء کے وقت رجعت پسند اور ماضی کے اندھیرے میں بھٹکنے والا کہہ کر رد کر دیتے ہیں۔ لوگ پیدا ہوتے ہیں اور مر جاتے ہیں۔ قومیں بنتی ہیں اور بگڑتی ہیں۔ انقلابات آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں، سورج نکلتا ہے اور ڈوب جاتا ہے۔ مگر خدا کی خدائی کا کہیں ظہور نہیں ہوتا۔ ایسی حالت میں سوال یہ ہے کہ ہم خدا کو مانتے ہیں یا نہیں۔ اگر ہم خدا کو مانتے ہیں تو ہمیں آخرت کو بھی ماننا پڑے گا۔ کیونکہ خدا اور بندوں کا تعلق ظاہر ہونے کی اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں۔

ڈارون اس دنیا کا ایک خالق CREATOR تسلیم کرتا ہے۔ مگر اس نے زندگی کی جو تشریح کی ہے، اس کے اندر خالق اور مخلوق کے درمیان کوئی تعلق ثابت نہیں ہوتا اور نہ کائنات کے کسی ایسے انجام کی ضرورت معلوم ہوتی ہے۔ جہاں یہ تعلق ظاہر ہو مجھے نہیں معلوم کہ ڈارون اپنے حیاتیاتی نقطہ نظر کے اس خلا کو کیسے پُر کرے گا۔ مگر میری عقل کو یہ بات نہایت عجیب معلوم ہوتی ہے کہ اس کائنات کا ایک خدا تو ہو مگر دنیا سے اس کا کوئی تعلق نہ ہو اور بندوں کے مقابلے میں اس کی ہولناکانہ سیثیت ہے، وہ کبھی سامنے نہ آئے۔ اتنی بڑی کائنات پیدا ہو کر ختم ہو جاسکے اور یہ ظاہر نہ ہو کہ اس کے وجود میں آنے کا مقصد کیا تھا، اور جس نے اسے بنایا تھا وہ کس قسم کی صفات، رکھنے والی ہستی تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر معقولیت کے ساتھ غور کیا جائے گا تو دل پکار اٹھے گا کہ بیشک آخرت آنے والی ہے۔ بلکہ وہ آپ کو بالکل آتی ہوئی نظر آئے گی۔ آپ دیکھیں گے کہ زمانہ کے پیٹ میں جس طرح اس کا محل باہر آنے کے لئے بیتاب ہو، اسی طرح وہ کائنات کے اندر بوجھل ہو رہی ہے اور قریب ہے کہ کسی بھی صبح و شام وہ انسانوں کے اوپر پھٹ پڑے :

یَسْئَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ
مَرِّهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي
لَا يُجِيبُهُمَا وَتَهَاوَاهُ ثَقُلَتْ
فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا تَأْتِيكُمْ إِلَّا بَغْتَةً
یہ لوگ پوچھتے ہیں کہ کہاں ہے قیامت کہو اس
کا علم تو صرف خدا کو ہے۔ وہی اپنے وقت پر
اس کو ظاہر کرے گا۔ وہ زمین و آسمان میں بوجھل
ہو رہی ہے۔ وہ بالکل اچانک تم پر آپڑے گی۔

(اعراف: ۱۸۷)

مؤلف: حضرت مولانا محمد علی صاحب صدیقی کاندھلوی دارالعلوم الشہابیرہ سیالکوٹ
عزائات ۲۸۸ — صفحات ۸۷۰ — سائز ۲۰ × ۲۶
کاغذ سفید اعلیٰ — طباعت بہترین — گروروش ویدہ زیب
قیمت پندرہ روپے



★ امام ابو حنیفہ کی محدثانہ شخصیت کا تجزیہ ★

- ★ اصول و قوانین کی تدوین اور حدیث کی تاریخ میں آپ کا مقام
- ★ زمانہ طلب علم سے لیکر امام اعظم بننے تک کی کہانی
- ★ حدیث میں آپ کے اساتذہ اور تلامذہ کی داستان
- ★ علم جرح و تعدیل میں آپ کی استدلالی شخصیت
- ★ حدیث میں آپ کا تائیدی کارنامہ اور اسکا تاریخی پس منظر
- ★ ایک عظیم مجتہد کی محدثانہ نفسیات کا اظہار
- ★ محدثین، فقہار اور متکلمین کیلئے روایت و روایت کا نظم
- ★ محدثین سے آپ کا علمی رشتہ۔

یہ اور اس کے دوسرے مسائل پر کم و بیش تین سو کتابوں کی مدد سے محققانہ تبصرہ کیا گیا ہے

شائع کنندہ: ناظم اعلیٰ انجمن دارالعلوم الشہابیرہ حیدرآباد شاہراہ رنگپورہ شہر سیالکوٹ